ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

نذیر قیصرانی کے مجموعے "بارش تو ہو" کا فکری و فنی جائزہ

افجان حسین

ایم۔ایس۔اردو(اسکالر) سپئیریر یونیورسٹی، لاہور

Afjan Hussain
MS Urdu(Scholar) Superior University, Lahore

ڈاکٹر کلیم اختر قیصرانی

شعبہ اردو، سپئیریر یونیورسٹی، لاہور

Dr. Kaleem Akhtar Qaisrani
Department of Urdu, Superior University, Lahore

Abstract
"Barish To Ho" is a collection of poems by Nazir Qaisrani.Nazir Qaisrani is a mature poet of ghazal.There is diversity in his poetry.There is deep thought and meaning in his poetry.He portrays the lower class.There is heartbreak in his words.He is also a qasida for the beloved.He has the skill to describe sorrow,separation,death and the beauty of the world.Nazir Qaisrani's poetry is a clear proof of his poetic status.Artistically and intellectually,Nazir Qaisrani was a perfect poet of his era.Nazir Qaisrani is of special importance in the diversity of topics.He has used beautiful metaphors,allusions,similes and compositions in his poetry.He has used melodious seas.From which music emerges.Nazir Qaisrani appears perfect in his poetry in every respect.This characteristic of Nazir Qaisrani became his hallmark.

کلیدی الفاظ

غیر مردّف، افزایش، تہذیب، تصوف، تقویت، دبستانوں، کلاسیکیت، روشناس، میلانات، ملحوظِ خاطر، رعنائیوں، ماہِ کامل، آب و تاب، روئے ارض، دفینے، روح کی تختی، نوحۂ جاں، سگ، صبحِ افشاں، چشمِ آہو، سنگِ جفا، خس و خاشاک، غلطاں، کاسۂ سُر، پیوستگی، ریشۂ گُل

نذیر قیصرانی تونسہ شریف کے نواحی قصبے وہوا سے تعلق رکھتے تھے۔ اگرچہ ان کا تعلق ایک پسماندہ علاقے سے تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں ذہنی زرخیزی کی دولت سے مالامال کیا تھا نذیر قیصرانی کے ابھی تک تین شعری مجموعے منظرِ عام پر آئے ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ بارش تو ہو

۲۔ درد سلامت رکھنا

۳۔ موسمِ گُل تو استعارہ ہے

ان کی غزل گوئی بہت سے فنی اور فکری محاسن سے معمور ہے۔ انھوں نے آواز دروں کو نہایت کامیابی کے ساتھ غزل کے قالب میں ڈھالا ہے۔

غزل اردو شاعری کی ایک مشہور صنف ہے۔ جس میں عام طور پر ہجر، فراق، وصال، خوشی، غم، حُسن، تصوف اور انسان کے جذبات کو خوبصورت انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ غزل میں ہر شعر مفہوم کے اعتبار سے کامل ہوتا ہے۔ غزل میں قافیہ، ردیف کی پاسداری کی جاتی ہے۔ مگر غزل غیر مردّف بھی ہو سکتی ہے۔ پہلے شعر کو مطلع کہا جاتا ہے۔ اور آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔ جس میں شاعر اپنا تخلّص استعمال کرتا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

آل احمد سرور غزل کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"غزل داخلی واردات اور انسانی احساسات کی ترجمان ہے۔جس میں زندگی کے مختلف پہلو نہایت اختصار کے ساتھ بیان ہوتے ہیں۔"(1)

ڈاکٹر محمد حسن کے مطابق:

"غزل ایک ایسی صنفِ شاعری ہے۔جس میں ہر شعر ایک مکمل خیال کا حامل ہوتا ہے۔اور اس میں عشق و محبت کے جذبات کو نہایت سادگی اور دلکشی سے پیش کیا جاتا ہے۔"(2)

اردو غزل نے برصغیر میں افزائش پائی۔اور یہ برصغیر کی تہذیب، فکر اور ادبی تاریخ کا اہم حصہ ہے۔اردو غزل فارسی غزل کا رنگ اوڑھے ہوئے ہے۔لیکن اردو غزل نے منفرد رنگ اختیار کر لیا۔غزل نے مختلف موضوعات کو اپنے اندر سمویا ہے۔جس میں محبت، تصوف، ہجر، وصال اور انسانی جذبات کو بڑی سادگی کے ساتھ پیش کیا۔ولی دکنی نے اردو غزل کو تقویت بخشی اور شمالی ہند میں غزل کو متعارف کروایا۔

دہلی اور لکھنؤ کے دبستانوں نے اردو غزل کو نکھارا۔دہلی میں میر تقی میر نے غزل کو سادگی سے پیش کیا۔اور مختلف موضوعات کو غزل میں جگہ دی۔جبکہ لکھنؤ میں ناسخ اور خواجہ حیدر علی آتش نے غزل میں صنعتوں کا بھرپور استعمال کیا۔غالب نے غزل کو وہ وقار عطا کیا۔جو ابھی تک کوئی نہ کر سکا۔غالب نے کلاسیکیت سے بھرپور غزل کہی۔اس نے فلسفیانہ انداز میں فکری گہرائی پیدا کی۔جس سے غزل حسن و عشق کے موضوعات سے باہر نکلی۔اور کائنات کے مسائل کی عکاس بنی۔جدید دور میں علامہ اقبال، فراق اور فیض احمد فیض نے غزل کو نئے موضوعات سے روشناس کروایا۔جس میں آزادی کی تڑپ، وطن کی محبت، سماجی شعور اور معاشرتی ناانصافیوں کو بیان کیا گیا۔اسی طرح غزل اپنے ارتقاء کے ساتھ آگے بڑھتی رہی۔اور ہر دور کے تقاضوں کے مطابق غزل اپنے آپ کو ڈھالتی گئی۔

اردو غزل کی روایت کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کہتے ہیں:

"اردو غزل ہماری تہذیبی زندگی کا آئینہ ہے۔جس میں ہر دور کے رجحانات اور میلانات جھلکتے ہیں۔"(3)

آل احمد سرور لکھتے ہیں:

"غزل اردو شاعری کی سب سے زندہ اور متحرک صنف ہے۔جو زمانے کے ساتھ ساتھ اپنی معنویت کو برقرار رکھتی ہے۔"(4)

نذیر قیصرانی اردو شاعری میں ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔نذیر قیصرانی اردو غزل اور نظم کے پختہ شاعر ہیں۔انہوں نے اپنی شاعری میں تقریباً ہر موضوع پر شعر کہے۔ان کی شاعری دُکھی دِلوں کی فریاد محسوس ہوتی ہے۔ان کی شاعری میں انسانی زندگی میں پیش آنے والے غموں کی ترجمانی کی گئی ہے۔وہ ہزاروں دلوں کے ترجمانی کرتے ہیں۔انہوں نے زندگی کو خوبصورت بھی کہا۔مگر زندگی میں پیش آنے والے دُکھوں کو ملحوظِ خاطر رکھا۔وہ ایک عاشق کے ترجمان بھی بنتے ہیں۔جو کسی کی محبت میں مبتلا ہو کر دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لیتا ہے۔پھر وہ اسی عاشق کی ہمت کو بڑھاتے ہیں۔اور سنگدل محبوب کو بھولنے کا مشورہ دیتے ہیں۔اور اس دنیا پر چھا جانے کا درس دیتے ہیں۔ان کی شاعری میں جبر، معاشرتی ناانصافیوں، ظلم، نچلے طبقے کے مسائل اور ان پر گزرنے والی قیامت پر بھی قلم اٹھاتے ہیں۔وہ خوشی، عہد شباب کی رعنائیوں، دنیا کی خوبصورتی، پہاڑوں، وادیوں اور جنگلوں پر بھی اشعار کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔الغرض انہوں نے انسانی زندگی سے وابستہ ہر شے پر اشعار کہے کبھی وہ ماہِ کامل کی بات کرتے ہیں۔تو کبھی آب و تاب سے چمکتے ہوئے آفتاب کی بات کرتے ہیں۔کبھی وہ محبوب کی خوبصورتی اور اٹھتی ہوئی جوانی پر شعر کہتے ہیں۔تو کہیں محبوب کو اس کے شباب پر مغرور لکھتے ہیں۔یہ نذیر قیصرانی کا خاصہ ہے کہ وہ ہر موضوع پر شعر کہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ذیل میں"بارش تو ہو"کا فکری و فنی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

"بارش تو ہو"نذیر قیصرانی کا شعری مجموعہ ہے۔جو کہ لاہور سے فکشن ہاؤس سے 1999ء کو شائع ہوا۔جس کے 191 صفحات ہیں۔اس کا انتساب نذیر قیصرانی نے اپنے دادا حکیم میاں قلندر مرحوم اور اپنے والد فقیر محمد مرحوم کے نام کیا۔"بارش تو ہو"کا مقدمہ رشید قیصرانی نے لکھا ہے۔اس کتاب میں غزلوں اور نظموں کی کل تعداد 88 ہے۔جس میں 17 نظمیں اور 71 غزلیں شامل ہیں۔اس شعری مجموعے میں شاعر نے خود کو منوایا ہے۔اس مجموعے کا ادبی مقام و مرتبہ بہت نمایاں ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نذیر قیصرانی کی شاعری میں فکری گہرائی، فلسفہ، جذبات واحساسات کی ترجمانی، معاشرتی وثقافتی عکاسی اور پیغام ومقصد جابجا دیکھا جا سکتا ہے۔

نذیر قیصرانی نے اپنی شاعری میں مختلف موضوعات پر بڑی خوبصورتی سے اشعار کہے ہیں۔ان کی شاعری میں حسنِ فطرت، معاشرت اور ہجر ووصال پر بے شمار اشعار ملتے ہیں۔ان کی شاعری میں گہری فکر ہے۔وہ زندگی کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔یہی شعور ان کی شاعری میں نظر آتا ہے۔

ان کے موضوعات میں حسن وعشق نہایت اہم موضوع ہے۔روئے ارض پر موجود ہر شاعر حسن وعشق پر اشعار کہتا ہوا نظر آتا ہے۔وہ حسن محبوب کا ہو یا فطرت کا ہو۔اسی طرح نذیر قیصرانی نے بھی اپنے کلام کو عشق کے جذبات سے خالی نہیں رہنے دیا۔عہدِ شباب میں کسی کی زلفوں کا اسیر ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔کیونکہ عہدِ شباب میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔اسی طرح وہ اپنی قلبی واردات کو بھی اشعار کا لبادہ پہناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔انہوں نے اپنے ایک شعر میں کہا کہ میں نے بھی کسی سے عشق لڑایا تھا۔وہ اپنے کسی عزیز کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو عشق کے معاملات میں مجھ سے مشورہ لیا کر۔کیونکہ میں بھی یہ کام کر چکا ہوں۔یعنی نذیر قیصرانی کہتے ہیں کہ اس عشق کے کام کا اب مجھے خوب تجربہ ہے۔شعر ملاحظہ فرمائیں

میں نے بھی نذیر عشق رچایا تھا کسی سے
کچھ مشورہ مجھ سے مرے خان لیا کر(5)

ایک اور شعر میں قلبی واردات ہی کو بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ میں اپنا سر بھی کسی دن اتار کے پھینک دوں گا۔کیونکہ وہ اپنا دل اور اپنی نظر محبت پہ وار بیٹھے ہیں۔یعنی اگر دل ونظر محبت پہ وار دی ہے۔تو سر بھی محبت پر نچھاور کرنے میں قباحت نہیں۔محبت کے آگے سر کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے۔اور ساتھ ہی کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب میرے لیے یہ بھی بڑی سعادت اور خوشی کی بات ہے کہ میں نے تم سے شکست کھائی ہے۔شعر دیکھیں:

یہ ایک سَر بھی کسی دن اتار پھینکوں گا
دل ونظر تو محبت پہ وار بیٹھا ہوں
یہی شکست ہی میرے لیے سعادت ہے
زہے نصیب! اگر تم سے ہار بیٹھا ہوں(6)

ان کی غزل کا ایک اور موضوع رنج والم ہے۔نذیر قیصرانی کا خاصہ ہے کہ وہ رنج والم کو بیان اس طریقے سے کرتے ہیں کہ شعر پڑھتے ہوئے قاری کو وہ رنج والم اپنا درد محسوس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔قاری سمجھتا ہے کہ میرے ہی رنج والم کی عکاسی کی گئی ہے۔دراصل ہر شاعر دکھ، درد اور تکالیف کو برداشت کرتا ہے۔اور معاشرے میں بسنے والے لوگوں کے دکھ، درد اور تکلیفوں کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔اپنے ایک شعر میں کہتا ہے کہ یہ درد اور تکلیفیں میری ہیں۔اور زخموں کے خزانے بھی میرے ہی ہیں۔دکھ اور درد تو میرے پرانے ساتھی ہیں۔جو بہت دیر سے میرے شناسا ہیں۔اور غم بھی میرے پرانے دوست ہیں۔ایک شعر دیکھیں:

دردوں کے دفینے میرے ہیں، زخموں کے خزانے میرے ہیں
دُکھ میرے پرانے ساتھی ہیں، غم یار پرانے میرے ہیں(7)

اسی طرح ایک اور شعر میں کہتے ہیں کہ ہمیں خوشیاں بھی عارضی طور پر دی جاتی ہیں۔جیسے کاغذ کی کشتی کو پانی میں پھینکا جائے تو وہ کچھ ہی پل پانی میں گزارتی ہے۔جبکہ غم ہمیں مستقل طور پر دیے جاتے ہیں۔شعر ملاحظہ فرمائیں:

کاغذی خوشیاں عطا کر کے ہمیں
روح کی تختی پہ غم لکھے گئے
نوحۂ جاں بن گئی پھر داستاں
جب مرے درد والم لکھے گئے(8)

ان کا تعلق چونکہ ایک پسماندہ اور پنجاب کے غریب ترین علاقے سے تھا۔ انھوں نے غربت کے بارے میں محض سنا یا پڑھا نہیں بلکہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس لیے وہ اپنی شاعری میں اس موضوع سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ انھوں نے جا بجا اس پر آواز بلند کی ہے۔ اگرچہ اردو شاعری میں اکثر شاعروں نے غربت اور تنگدستی کے موضوع پر اشعار لکھے ہیں۔ کیونکہ زیادہ تر شعراء تنگدستی اور مفلسی میں زندگی بسر کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس تنگدستی کی صف میں معروف شعراء بھی شامل تھے۔ وہ اپنی معاشی حالت پر اشعار کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اکثر شعراء نے ہمارے معاشرے میں موجود مفلس لوگوں کی تنگدستی اور مفلسی کی بھی عکاسی کی ہے۔ اسی طرح نذیر قیصرانی نے بھی اپنی شاعری میں مفلسی کی عکاسی پیش کی ہے۔ جس میں نذیر قیصرانی نے پورے معاشرے کا حال بیان کر دیا ہے۔ جس میں وہ اپنے بچوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

مرے کفن سے کچھ اپنے لیے بچا لینا
نہ مانگنا مرے بچو لباس لوگوں سے (9)

ایک اور جگہ خود کو بھکاری ظاہر کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے رویے پر طنز بھی کرتے ہیں۔ شعر دیکھیں:

ہاں تم بھی کُھلے چھوڑ دو سگ اپنی گلی میں
در در پہ صدا دینا ہمارا بھی شغف ہے (10)

ہر ادیب اور شاعر کا فن ہی اسے ادب کی دنیا میں نمایاں مقام دلاتا ہے۔ نذیر قیصرانی پختہ شاعر ہیں۔ اور یہی فنی پختگی انہیں دوسرے عظیم شعراء کے مقابل لا کھڑا کرتی ہے۔ ان کے مصرعوں کی ترتیب، خیال کی بندش، ربط اور تسلسل ہر شعر میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ انہیں شعر کہنے کا ڈھنگ اور سلیقہ آتا ہے۔ وہ بڑی نفاست سے ایسے ایسے اشعار کہتے ہیں کہ قاری ان کے فن کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

نذیر قیصرانی نے اپنی شاعری میں ہیئت اور ساخت کا بہت خیال رکھا۔ اسی ہیئت اور ساخت نے ان کی شاعری میں خوبصورتی پیدا کی۔ اور شاعری میں تازہ رنگ بھر دیے۔ جب کسی شاعر کو شعر بنانے کا ہنر آ جاتا ہے۔ تو وہ اُفق کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے۔ یہی ممتاز شعراء کی نشانی ہے۔ نذیر قیصرانی کے اشعار دیکھیے:

صبحِ افشاں بھی ہم، شامِ گیسو بھی ہم
شب کی پلکوں پہ آوارہ جگنو بھی ہم
ہم ہیں رنگِ شفق بھی افق تا افق
شوخیِ سرمہ، چشمِ آہو بھی ہم (11)

نذیر قیصرانی کی شاعری میں سادگی اور سلاست بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ وہ سادہ انداز سے بات قاری تک پہنچاتے ہیں۔ وہ پیچیدہ اشعار اور الفاظ سے گریز کرتے ہیں۔ ان کے دو اشعار ہیں۔ جس میں انہوں نے اپنے درد کو سلامت رکھنے اور زخم کے بھرنے کے بارے میں بڑی سادگی سے بات کی ہے۔ اور انہی اشعار میں گلشن، پتھر، آگ اور جھرنوں کا ذکر بڑی سادگی سے کیا ہے۔ اشعار دیکھیے:

اپنا درد سلامت رکھنا زخم نہ بھرنے دینا
نکھرے نکھرے اس گلشن کو اور نکھرنے دینا
پتھر پتھر سینوں میں اک آگ جلائے رکھنا
ٹپ ٹپ گرتے جھرنوں کو آرام نہ کرنے دینا (12)

نذیر قیصرانی کے ایک اور شعر میں سادگی و سلاست دیکھیے:

وہ جن کو شبنم نام دیا وہ جن کو پھول کہا تم نے
وہ بکھرے آنسو میرے ہیں وہ خواب سہانے میرے ہیں (13)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.9. No.1.2026

سادگی وسلاست کے اعتبار سے ایک اور شعر دیکھیے:

اپنی اوقات بہرِ حال مجھے یاد رہی
اس لیے تجھ سے محبت نہیں کی میں نے(14)

نذیر قیصرانی نے زیادہ تر مترنم بحروں کا استعمال کیا۔ جن سے موسیقیت ابھرتی ہے۔ مترنم بحروں کا استعمال کر کے انہوں نے اپنی شاعری کو موسیقیت کے رنگ میں ڈھال دیا۔ جتنے بھی عظیم شعراء گزرے ہیں۔ ان سب نے مترنم اور موسیقیت سے بھرپور بحروں کا استعمال کیا ہے۔ جس میں پانی کی طرح روانی ہوتی ہے۔ جس سے قاری بھی اس روانی اور موسیقیت سے لطف لیتا ہے۔ ان کے اشعار دیکھیے:

ہر تیر ستم سنگِ جفا میری طرف ہے
اک دل ہے مگر کتنی نگاہوں کا ہدف ہے
میں یوں بھی کوئی چیز نہ تھا اس کی نظر میں
گر جائے نگاہوں سے تو ہیرا ابھی حذف ہے(15)

ایک اور شعر دیکھیے:

چپکے چپکے مار نہ ڈالے زہر کہیں خاموشی کا
بات نہ ہو تو پھر بھی کوئی بات بنا کر بات کرو (16)

ایک اور موسیقیت سے بھرپور شعر ملاحظہ فرمائیں:

دیواروں سے لپٹی بیلیں کیا جانے ان باتوں کو
کیسے کیسے پیڑ جلے ہیں بن کے ایندھن کمروں ک(17)

نذیر قیصرانی نے اپنی شاعری میں تشبیہات کا استعمال بہت فنکارانہ انداز سے کیا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں صنعت گری کو بھی جگہ دی ہے۔ وہ اس ہنر مندی کے ساتھ صنعتوں کا استعمال کرتے ہیں کہ وہ صنعتوں کو شعر سے جدا محسوس نہیں ہونے دیتے۔ شاعر تشبیہات کا استعمال کرتے ہوئے اپنے محبوب کے چہرے کو چاند، زلفوں کو سیاہ رات، رخسار کو پھولوں، آنکھوں کو چشمِ آہو اور لہجے کو شہد سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اسی طرح نذیر قیصرانی کی شاعری میں بھی تشبیہات کا بھرپور استعمال ملتا ہے۔ شعر ملاحظہ فرمائیں:

کتنی حسرت سے اسے تکتی ہیں پیاسی آنکھیں
جب گزرتا ہے وہ برسے ہوئے بادل کی طرح(18)

ایک اور شعر دیکھیے:

خوابوں کی طرح تیرے دریچوں پہ کھڑا ہوں
جب نیند نہ آئے تو مجھے تان لیا کر(19)

نذیر قیصرانی نے اپنی شاعری میں استعاروں کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ شاعری میں استعاروں کے استعمال سے کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے۔ معنوی گہرائی اور جذبات کا موثر اظہار ہوتا ہے۔ اسی جذبے اور اظہار کو نذیر قیصرانی نے اپنے شاعری میں جگہ دی ہے۔ شعر دیکھیے:

تیرے خیال کے جگنو شکار کرنے کو
فراق رات کی پلکیں سنوار بیٹھا ہوں (20)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.9. No.1.2026

ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیں:

لٹانے دو مری آنکھوں نے جو ہیرے تراشے ہیں

خس و خاشاک میں غلطاں میرے مہتاب رہنے دو (21)

نذیر قیصرانی نے تلمیحات کا استعمال بھی بڑے عمدہ طریقے سے کیا۔ انہوں نے تاریخی اور مذہبی واقعات کی طرف بڑے احسن انداز سے اشارہ کیا۔ ان تاریخی و مذہبی واقعات کی طرف اشارہ کر کے شاعر اس واقعے کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ اس سے شاعر کے وسیع اور گہرے مطالعے اور تاریخی شعور کا بھی اندازہ لگایا جاتا ہے۔ نذیر قیصرانی نے بھی تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔ شعر دیکھیے:

کتنے سادہ ہو نذیر اک دل سادہ لے کر

یوسفی ڈھونڈنے آئے ہو زلیخاؤں میں (22)

ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیں:

خیرات بانٹنے کا بہانہ ہے اے نذیر

حاتم ہے میرے قائسۂ سُر کی تلاش میں(23)

نذیر قیصرانی نے اپنی شاعری میں خوبصورت ترکیبوں کا استعمال کیا۔ جو کہ نذیر قیصرانی کے شاعرانہ قد کو بڑھاتا ہے۔ ترکیبیں استعمال کرنے کا مقصد مفہوم میں جامعیت پیدا کرنا، زبان میں حسن اور دلکشی پیدا کرنا، خیالات کو مختصر انداز میں پیش کرنا۔ اور کلام میں موسیقیت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ نذیر قیصرانی کی ترکیب کا استعمال دیکھیے:

ہو اگر مضبوط اپنی شاخ سے پیوستگی

ریشۂ گُل بھی نہیں کٹتا کسی تلوار سے(24)

ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیں:

نہ تھا بجُز چراغِ دل کوئی تری تلاش میں

سحر ہوئی تو ہر نظر شریکِ جستجو ہوئی(25)

نذیر قیصرانی کی شاعری میں فنی اور فکری پختگی پائی جاتی ہے۔ ان کا تخیل بلند ہے۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر فنکارانہ انداز میں اظہار خیال کیا ہے۔ ان کے موضوعات میں حسن و عشق، رنج و الم، غربت کی عکاسی اور فلسفہ موجود ہے۔ ان کی شاعری میں سائنسی شعور کی عکاسی پائی جاتی ہے۔ وہ تاریخی شعور بھی رکھتے ہیں۔ ان موضوعات سے ان کے متنوع مطالعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں خوب صورت استعاروں، تشبیہات، تلمیحات، مجاز مرسل اور موسیقیت کا بر محل استعمال کیا ہے۔ ان کی شاعری میں سادگی، سلاست اور ان کے اشعار عام فہم اور رواں ہیں۔ ان کے فکری و فنی کمالات سے نذیر قیصرانی کے شاعرانہ مرتبے کا بآسانی تعین کیا جاسکتا ہے۔

حواشی

1. آل احمد سرور، اردو ادب کا تنقیدی جائزہ، لکھنؤ: نیا ادارہ، 1952ء، ص178

2. محمد حسن، اردو ادب کی تاریخ، دہلی: مکتبہ جامعہ، 1976ء، ص215

3. جمیل جالبی، تاریخِ ادب اردو، جلد اوّل، مجلس ترقی ادب، لاہور: 1984ء، ص245

4. آل احمد سرور، اردو ادب کی تنقیدی تاریخ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ: 1975ء ص132

5. نذیر قیصرانی، بارش تو ہو، لاہور: فکشن ہاؤس، 1999ء، ص108

6. ایضاً، ص:29

7. ایضاً، ص:123

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

8.ایضاً،ص:64
9.ایضاً،ص:134
10.ایضاً،ص:135
11.ایضاً،ص:74
12.ایضاً،ص:62
13.ایضاً،ص:123
14.ایضاً،ص:131
15.ایضاً،ص:135
16.ایضاً،ص:140
17.ایضاً،ص:148
18.ایضاً،ص:99
19.ایضاً،ص:107
20.ایضاً،ص:29
21.ایضاً،ص:143
22.ایضاً،ص:176
23.ایضاً،ص:166
24.ایضاً،ص:169
25.ایضاً،ص:182